مسودہ

مسلم سیاسی بل

طبع بمناسبت

ملی پارلیامنٹ کا سرمائی اجلاس

۱۵-۱۴ جنوری ۱۹۹۶

شری کرشن میموریل ہال پٹنہ

(مسودہ)

مسلم سیاسی بل

تمہید:—

ملک ٹوٹ پھوٹ کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ آج ہم میں سے بہتوں پر یہ بات منکشف ہو چکی ہے کہ ہم بہت تیزی کے ساتھ انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کی طرف گامزن ہیں۔ مابعد انہدام ہندوستان میں سیکولر جمہوری اقدار کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ اب اس ملک کے پاس کوئی ایسی نظریاتی اساس نہیں جو اس کی جغرافیائی سلامتی کی ضمانت دے سکے۔ رہے سیاسی قائدین تو یہ اتنے بدعنوان، خود پرست اور اقتدار کے بھوکے ہیں کہ انہیں وطن عزیز کے مستقبل کی ذرہ برابر پروا نہیں۔ یہ محض اپنی غرض کے بندے ہیں۔ جن کا کام صرف اپنی سیاسی انا کی تسکین اور ہوا و ہوس کی تابعداری ہے۔ ایک ایسی سنگین صورت حال میں کوئی ملک خواہ اس کی کتنی ہی عظیم تاریخ کیوں نہ رہی ہو، اس کا شکست و ریخت کے عمل میں مبتلا ہو جانا فطری ہے۔ نہ صرف کشمیر، آسام، پنجاب اور ناگالینڈ بلکہ ہر چہار طرف سے احتجاج اور بغاوت کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ بعض علاقوں میں تو ان احتجاجات نے سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے۔

اس ملک کے مجبور و مقہور باسیوں کے اندر یہ احساس عام ہے کہ ملک کا سیاسی نظام کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک مختصر سی برہمن اقلیت کو ہر طرح برتری حاصل ہو جائے اس برہمن اقلیت نے گذشتہ پچاس سالوں سے وسائل سے مالا مال اس ملک کو لوٹ کھسوٹ کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ لفظ ہندو کی من مانی دستوری تعریف نے برہمنوں کو اس بات کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک کثیر لیکن مختلف الخیال قوموں کے نمائندہ اور رہنما کی حیثیت سے پیش کریں حالانکہ جن مختلف الخیال لوگوں کو ہندو بتایا گیا ہے نہ تو ان کے نظریات مشترک ہیں نہ ثقافت نہ رنگ و نسل اور نہ ہی بنیادی عقائد۔ البتہ گذشتہ چند برسوں میں ان قوموں نے بھی جمے جمائے سیاسی ضابطوں اور کھیل کے تسلیم شدہ اصولوں پر تنقید شروع کر دی ہے۔ ان علاقوں میں جہاں ایک مختصر سی مدت کے لئے بھی کوئی غیر برہمنی حکومت قائم ہوئی وہاں سیاسی اور سماجی نظام کی ہمواریاں کھل کر سامنے آئی ہیں جنہیں اگر بروقت سنجیدگی سے نہ لیا گیا تو یہ سب ایک ہمہ گیر اور مستقل نوعیت کی خانہ جنگی میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ انتشار کی مختلف آوازوں اور فاشزم کے مسلسل اٹھتے ہوئے طوفان میں آخر اس ملک کو کون سی قوت یکجا رکھ سکتی ہے؟۔ یقیناً نہ تو کسی جابرانہ ریاستی اقتدار کے لئے ایسا ممکن ہے اور نہ ہی جھوٹے وعدوں اور کھوکھلے نعروں کے ذریعہ یہ مہم سر کی جا سکتی ہے۔ اگر ہم سوویت یونین کے تجربے سے سبق حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہوں تو ہمیں حقائق کا کھلی آنکھوں سے سامنا کرنا ہوگا۔ ہمیں صورت حال کی فوری درستگی کی طرف توجہ دینی ہوگی اور پیش آمدہ تباہ ناکیوں سے بچنے کے لئے سخت جدوجہد کرنی ہوگی۔ اس سرزمین کے ایک باشندے کی حیثیت سے ہمیں اب چوکنا ہو جانے کی ضرورت ہے۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ یہ جان لینے کے بعد کہ یہ ملک تیزی سے ایک خون آشام طوفان اور ہمہ گیر انارکی کی طرف بڑھ رہا ہے جس میں لاکھوں زندگیاں تلف ہو جائیں گی۔ ضرورت ہے کہ اس ملک کے قافلے کا رخ فوری طور پر تبدیل کر دینے کے لئے ہمارے ہاتھ حرکت میں آجائیں۔

ہم مسلمان اس ملک کے محض شہری ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ ہیں۔ خدا کے آخری رسول کی امت کی حیثیت سے اور آخری الہی پیغام کے حامل ہونے کے ناطے یہ ہماری بنیادی ذمہ داری ہے کہ ہم ہر قسم کے ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں خواہ یہ ظلم کسی کی طرف سے بھی ہو اور کسی کے خلاف بھی روا رکھا گیا ہو۔ یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ ہم صورت حال کی اصلاح کے لئے آگے آئیں، نظام کفر کے چیلنج کو قبول کریں اور اس وطن عزیز کو جو انتظامی بد عنوانی اور غاصب حکمرانوں کی شیطانی آرزوؤں کے عذاب میں مبتلا ہے اسے ایک منصفانہ اور عادلانہ قیادت فراہم کریں۔

اسلام مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ عملی دنیا میں کنارہ کشی کے رویے پر گامزن رہیں یا کسی غیر اسلامی سیاسی نظریے یا گروہ کی اتباع قبول کرلیں۔ یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ آخری رسول کی امت کو اس ملک میں یہ باور کرایا جاتا رہا ہے کہ ہندوستان میں وہ محض ایک اقلیت ہیں اور اس لئے ملکی معاملات میں کوئی بنیادی رول ادا نہیں کرسکتے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ یہ بات انہیں مسلسل دوسروں نے نہیں بلکہ ان کے اپنے علماء اور دانشوروں نے باور کرائی ہے۔ ہمارے علماء ہمیں یہ بھی بتاتے رہے ہیں کہ اس ملک میں نظام حکومت کے لئے سیکولر ڈیموکریسی سے بہتر کوئی نظام نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کہ ہمیں حالات کے تقاضے کے پیش نظر ایک الہی نظام کے تحت زندگی جینے کی تمنا اور اس سرزمین پر نظام عدل کے قیام کا خواب ترک کردینا چاہیے۔ البتہ یہ کہتے وقت شاید وہ مسلم قائدین اس بات کو فراموش کرگئے کہ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کے بنائے ہوئے کسی نظام حیات سے بیعت کرنا یا اس کی اتباع میں اپنے آپ کو دے دینا دراصل کھلا شرک ہے۔ اور یہ کہ جو لوگ اسلام کو اس ملک کے بین الملی معاشرے کے پیش نظر ایک ناقابل عمل نظریہ تصور کرتے ہیں وہ دراصل اپنے ایمان سے ہاتھ دھو لیتے ہیں اور اس طرح گویا کھلے ارتداد کا ارتکاب کرتے ہیں۔

البتہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کے انہدام نے امت مسلمہ پر بہت سے نئے حقائق منکشف کردئے۔ مسلمانوں نے یہ محسوس کیا کہ گذشتہ پچاس سالہ مسلم سیاسی تاریخ دراصل تاریک ایام تھے اور یہ کہ سیکولر جمہوری اقدار میں یہ کس بل نہیں کہ وہ اسلامی علامتوں کے تحفظ کی ضمانت دے سکیں۔ مابعد انہدام ہندوستان میں مسلم کش فسادات کے نازک ایام میں مسلم قیادت کی نئی نسل نے جو ملی پارلیامنٹ کے قیام کے لئے جمع ہوئی تھی اس احساس کا شدت سے اظہار کیا کہ عملی طور پر سیکولر جمہوریت ایک دستوری فراڈ سے زیادہ کچھ نہیں۔ جس کا واحد مقصد بیس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی غلام بنائے رکھنا ہے۔

ملی پارلیامنٹ کی کمیٹی برائے سیاسی امور جو بیس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک منصفانہ سیاسی متبادل کی تلاش کے لئے قائم کی گئی تھی طویل غور و فکر، صلاح و مشورے اور قانونی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ موجودہ الیکشنی نظام میں مسلمانوں کا سرے سے کوئی سیاسی مستقبل نہیں ہوسکتا۔ لہذا ضرورت ہے کہ بعض بنیادی نوعیت کی تبدیلیوں کے لئے راستہ ہموار کیا جائے۔ اگر کھیل کے غیر منصفانہ اصول نے ہمارے لئے فتح کے سارے دروازے بند کر رکھے ہیں تو نئے سرے سے اصول ترتیب دئے جائیں اور اگر کوئی مخصوص سیاسی نظام سیاسی انصاف کی ضمانت دینے میں بری طرح ناکام رہا ہے تو ایک نئے سیاسی نظام کی ترتیب و تشکیل کے لئے منصوبے بنائے جائیں۔

بہت کچھ غور و فکر کے بعد آج ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس ملک میں سیاسی انصاف کے قیام کے لئے جلد از جلد سیاسی

نظام کو بدل ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اب اس ملک میں بیس کروڑ کی عظیم عددی قوت کو اقلیت باور کرایا جانا مزید ممکن نہیں۔ دنیا کی تاریخ میں شاید کوئی دوسری مثال نہ مل سکے جب اتنی بڑی عددی قوت کو نصف صدی تک مسلسل اقلیت باور کرایا جاتا رہا ہو اور ایک ایسا سیاسی نظام تشکیل دیا گیا ہو جس میں سماجی انصاف، سیاسی آزادی، انسانی حقوق اور جمہوری اقدار کے خوشنما نعروں کے جلو میں دراصل اکثریت کا قاہرانہ تسلط قائم کر دیا گیا ہو۔ ہندوستانی مسلمانوں کی نئی نسل آج اس مروجہ سیاسی نظام کو یکسر کالعدم قرار دیتی ہے اور سیاسی انصاف کے رہنما اصولوں کی روشنی میں اس ملک کے باسیوں کو دعوت عام دیتی ہے کہ وہ مستقبل کے ہندوستان کا ایک خاکہ تیار کریں۔ ایک ایسے نظام کی تشکیل کی کوشش کریں جس میں ہر شخص، عقیدے، مذہبی گروہ اور نظریاتی جماعتوں کو زندگی جینے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ اور اس راہ میں پہلے مرحلے کے طور پر متناسب نمائندگی کی بنیاد پر جداگانہ طریقۂ انتخاب کو عمل میں لاتے ہوئے ایک منصفانہ سیاسی نظام کے قیام کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ جداگانہ انتخاب کوئی ایسی خطرناک اصطلاح نہیں ہے جس سے ہم خوف کھائیں یہ کوئی نئی سیاسی بدعت نہیں ہے۔ ماضی میں بھی اس طریقۂ انتخاب کا استعمال مختلف معاشروں میں عام رہا ہے۔ قبرص، بوہیما اور ماقبل تقسیم ہندوستان اس قبیل کی بہترین مثالیں ہیں۔ جہاں مذہبی یا نسلی گروہ اپنے نمائندوں کا انتخاب کرنے کا حق رکھتے تھے۔ یہ خوف بھی بے جا ہے کہ جداگانہ طریقۂ انتخاب کو عمل میں لانے سے نئے پاکستان بننے کے راستے کھلیں گے۔ پاکستان کا بننا جداگانہ طریقۂ انتخاب کو تسلیم کئے جانے کی وجہ سے ممکن نہیں ہوا بلکہ اس طریقۂ انتخاب کی مخالفت کرنے والی قوتوں نے دراصل قیام پاکستان کے لئے جواز فراہم کیا۔ آج بھی ملک کو یکجا رکھنے کے لئے سیاسی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا لازم ہوگا۔ لہٰذا اس ملک کو ایک پرامن معاشرے میں تبدیل کرنے اور علیحدگی پسندوں کے غبارے سے ہوا نکالنے کے لئے لازم ہوگا کہ متناسب نمائندگی کے فارمولے کو فوری طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ سماجی انصاف کے دوسرے مرحلے میں عظیم ہندوستان کو مختلف ثقافتی گہوارے کے وفاق میں تبدیل کر دئے جانے کا منصوبہ ہے۔

ملک کی موجودہ سنگین صورت حال، سیاسی عدم توازن، سماجی انتشار اور اس کے ٹوٹ جانے کے شدید خطرات کے پیش نظر تاریخ کی قوت آج ہمیں اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ اس ملک کو شکست و ریخت کے عمل سے بچانے کے لئے منصفانہ سیاسی فارمولوں کی وکالت کریں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے بعض بنیادی نوعیت کے سیاسی فیصلے لینے کا وقت آگیا ہے۔ یہ سیاسی بل دراصل اسی سمت ایک قدم ہے۔

اول: دستوری ترامیم:۔

(۱) اسلام کی رو سے مومن کی پوری زندگی خواہ وہ نجی ہو یا سماجی قرآن کے تابع ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کے علاوہ کسی اور نظام کا اتباع مومن کے لئے کفر کے مترادف ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ بیس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کو اس ملک کا نظریاتی شہری بنانے کے لئے دستور میں ان ضروری شقوں کا اضافہ کیا جائے۔ جو مسلمانوں کے لئے مکمل اسلامی زندگی کی ضمانت دے سکے۔

(۲) مسلمان کے لئے اسلام محض ایک نجی معاملہ نہیں ہے اس لئے مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی پر اسلامی نظام کی عملداری قائم کرے۔ موجودہ نظام حیات میں عملی طور پر ایسا مشکل ہو گیا ہے۔ دستور اس ملک کے کارداں کو یونیفارم

سول کوڈ کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو قرآن کا مطالبہ ہے کہ مسلمان قرآنی سول کوڈ کی طرف معاشرے کے کارواں کو گامزن کردیں۔ ہندوستانی دستور اور الٰہی احکامات میں اس واضح ٹکراؤ کو دور کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے وسیع مفہوم کا احساس پیدا ہو۔ اور دستور ہند کے اسلامی احکامات سے متصادم ہونے کا خیال ختم ہو۔

(۳) خدا کی نازل کردہ شریعت صرف مسلمانوں کی میراث نہیں ہے بلکہ وسیع انسانی سماج کو چلانے کے لئے بہترین ہدایت ہے۔ اس لئے انسانی معاشرے کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے انسانوں کے خودساختہ قوانین، تعزیراتی حدود اور نیک و بد کے پیمانے کو حتمی قرار دینے کے بجائے الٰہی قوانین کو رہنما اصولوں کے طور پر تسلیم کرلیا جائے۔ ملک میں جاری سیاسی نظام کا یکسر خاتمہ کیا جائے اور اس کی جگہ سماجی انصاف کے لئے رہنما قرآنی اصولوں کی روشنی میں ایک نئے نظام حکومت کی داغ بیل ڈالی جائے۔

(۴) یہ بات تسلیم کی جائے کہ ہر انسان خواہ مرد ہو یا عورت، گورا ہو یا کالا، امیر ہو یا غریب، نیچی ذات کا ہو یا اونچی ذات کا ہر کوئی اللہ کی مخلوق ہے۔ لہٰذا ایک ایسا سیاسی نظام وضع کیا جائے جس میں کسی کو کسی پر سبقت حاصل نہ ہو۔ سوائے اس کے جو لوگ اللہ سے نسبتاً زیادہ ڈرنے والے ہوں۔

دوم: سیاسی نظام کی اصلاح:

(۱) گذشتہ پچاس سالہ سیاسی تجربے نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ موجودہ سیاسی نظام کے اندر مسلمانوں کی سیاسی ترقی تو کجا خود ان کی سیاسی بقا کا سوال مشکل ہے۔ مروجہ انتخابی طریقہ کار نے اس ملک میں بعض ایسی اسمبلیوں کو جنم دیا ہے جن میں نام کو بھی کوئی مسلمان ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ الیکشن کے مروجہ طریقے کو یکسر تبدیل کردیا جائے۔

(۲) سماجی انصاف کے قیام کے لئے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر جداگانہ طریقہ انتخاب کو عمل میں لایا جائے تاکہ اس ملک میں بسنے والی ہر لسانی مذہبی اور نظریاتی اکائی ملک کی ترقی کے منصوبوں میں یکساں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لے سکے۔

(۳) گذشتہ چند برسوں میں بعض مذہبی اکائیوں میں یہ احساس بڑی شدت اختیار کرتا گیا ہے کہ ملک کے موجودہ سیاسی نظام میں ان کی فلاح و بہبود کا امکان معدوم ہے اور یہ کہ اقلیتیں اس جمہوری نظام میں اکثریت کے قہر کے نیچے پس پردہ گئی ہیں۔ اس احساس نے ملک کے مختلف حصوں میں علیحدگی پسندی کی تحریکوں کو جنم دیا ہے۔ جداگانہ طریقہ انتخاب علیحدگی پسندی کی تحریکوں کے غبارے سے ہوا نکالنے کے لئے موثر نسخہ ثابت ہوگا۔

(۴) مختلف نظریاتی، تہذیبی اور مذہبی قومیتوں کی صحیح تعداد کا اندازہ کرنے کے لئے مرکزی سطح پر ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں متعلقہ قومیتوں کے نمائندہ افراد کو شامل کیا جائے اور اس مقصد کے لئے ملک گیر سطح پر غیر جانبدارانہ مردم شماری کا ایک ایسا ہمہ گیر منصوبہ بنایا جائے جس کی توثیق ہندوستانی مسلمانوں کی ملی پارلیامنٹ نے کردی ہو۔

(۵) مردم شماری کے عمل میں مسلمانوں کا اعتماد بحال کرنے کے لئے مرکزی، صوبائی، ضلعی اور بلاک کی سطح تک ان خصوصی مسلم اہل کاروں کا تقرر کیا جائے جو امت کے نزدیک قابل اعتبار ہوں۔

(۶) لوک سبھا میں متناسب نمائندگی کے فارمولے کو عمل میں لاتے ہوئے ۱۱۹ نشستوں پر ملک گیر سطح پر مسلم رائے شماری کرائی جائے اور پھر زیادہ ووٹ پانے والے امیدواروں کو منتخب قرار دیا جائے۔

(۷) ہندوستان جیسے وسیع ملک کا سیاسی نظام چلانے کے لئے مناسب ہوگا کہ اسے چھوٹے چھوٹے وفاق میں تقسیم کردیا

جائے۔ اس طرح پورے ملک پر یوپی اور بہار کے سیاسی تسلط کا احساس بھی کم ہوگا اور دوسری طرف چھوٹے چھوٹے صوبے اپنی ترقی کی رفتار کو زیادہ منظم انداز سے جاری رکھ سکیں گے۔ یوروپ کے چھوٹے چھوٹے ممالک کی بے پناہ ترقی اور سوویت یونین جیسے وسیع و عریض خطے کے معاشی دیوالیہ پن سے سبق لیا جانا چاہئے۔

(۸) سیاسی، مذہبی، جغرافیائی، تہذیبی اور لسانی بنیادوں پر ہندوستان کو وفاقوں کے اجتماع میں بدلنے کے لئے ۱۲۲ چھوٹے چھوٹے خود مختار وفاق میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ سارے وفاق خود مختار ہوں۔ البتہ ان کی خارجہ پالیسی اور دفاع کا کام مرکز کے زیر نگرانی ہو۔

(۹) ان مختلف وفاق کو تاریخی، تہذیبی اور مذہبی آبادی کے اجتماع کی بنیاد پر مخصوص تہذیبوں کا گہوارہ قرار دیا جائے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہندوستان کی کوئی تہذیب ریاستی سرپرستی سے محروم نہ رہ گئی ہو۔

(۱۰) ان تمام تہذیبی وفاق کو کلی طور پر غیر عسکری زون قرار دیا جائے تاکہ عسکری سرگرمیوں کے لئے ان حکومتوں کو کوئی گنجائش حاصل نہ رہے اور وفاق کے باہمی نزاع میں قوت کے استعمال کا دور دور تک کوئی امکان نہ پایا جائے۔

(۱۱) ان وفاق میں پائی جانے والی اقلیتوں یا کسی خاص ریاست کی معاشی خوشحالی کے پیش نظر دوسری ریاستوں سے آکر آباد ہونے والی تہذیبی اقلیات کو پھلنے پھولنے کا یکساں موقع فراہم کیا جائے۔ البتہ وہ اگر اپنی تہذیبی ضرورتوں کے پیش نظر متعلقہ تہذیبی ریاست کی طرف دیکھتی ہوں تو اسے دستوری طور پر معتبر سمجھا جائے اور اس بارے میں ان کے اندر یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ کسی ایک مقامی ریاست کے شہری نہیں بلکہ وسیع تر ہندوستانی وفاق کے شہری ہیں۔

سوم: ثقافتی اصلاحات:

(۱) اس حقیقت کے پیش نظر کہ ثقافتی اظہار کو تاریخ اور مذہب سے جدا نہیں کیا جاسکتا یہ کہنا کہ کوئی معاشرہ اپنے ثقافتی اظہار میں خالصتاً سیکولر ہوسکتا ہے ایک لغو خیال ہے۔ گویا ہندوستانی سیکولرزم کو ایک نئی تعبیر کی ضرورت ہے اور اگر اس تعبیر کو Pluralism کے وسیع مفہوم میں لیا جائے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ گذشتہ پچاس سالوں میں سیکولرزم کے نام پر اکثریتی فرقہ کی ثقافت کو فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ سرکاری تقریبات میں ہندووانہ رسم و رواج کی پاسداری نے مسلمانوں کے اندر ایک شدید احساس محرومی کو جنم دیا ہے۔ جس کے ازالے کے لئے لازم ہے کہ مسلم ثقافتوں کے اظہار کے لئے مسلم اکثریت کے علاقوں میں سرکاری سطح پر اس کا نظم کیا جائے۔ گویا یہ مسلم تہذیبی وفاق سے وجود میں آنے سے قبل کی ایک عبوری شکل ہوگی۔

(۲) روزمرہ کی زندگی سے ہندو ثقافت کے اظہار کی موجودہ شکلوں کو ختم کرنا نہ تو عملاً ممکن ہے اور نہ ہی یہ مسئلے کا حل ہے لہذا تہذیبی اظہار کے طریقے کی اصلاح کے بجائے اس بات پر زور دیا جائے کہ مسلم ثقافتی اظہار کے لئے بھی یکساں اور موثر مواقع فراہم ہوسکیں۔

(۳) ہندوستانی وفاق کو ایک لسانی رابطے میں مربوط رکھنے کے لئے ہندی اور اردو کے جھگڑوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایسی زبان تشکیل دی جائے جو ہندی اور اردو کے ذخیرہ الفاظ کی بنیاد پر رومن رسم الخط میں لکھی جائے تاکہ کسی ایک مذہبی اکائی کو کسی دوسری پر سبقت پانے کا احساس نہ ہو۔ البتہ متعلقہ تہذیبی ریاستوں میں اپنی پسند کے رسم الخط یا اپنی پسند کی زبان کو سرکاری سرپرستی عطا کرنے کا پورا موقع رہے۔

(۴) وفاقی حکومت مختلف ریاستوں کے یا ان ریاستوں میں پائی جانے والی یا اپنی مرضی سے آکر آباد ہونے والی اقلیات کی ثقافتی ضروریات کے لئے خصوصی طور پر مرکز میں ادارے قائم کرے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وفاقی فنڈ سے کسی مخصوص ثقافت یا تہذیب کی سرپرستی کا کام انجام نہ پائے۔

چہارم: احساس تحفظ کے لئے ضروری اقدامات:۔

(۱) مجوزہ وفاق میں حکومتیں اس بات کو یقینی بنائیں کہ انسانی جان کی حفاظت ان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ کسی بے گناہ کا خون بہنے سے رو کا جائے۔ وفاقی حکومت کو یہ حق حاصل ہو کہ کسی شہری کے ناحق خون پر وفاق کا ہنگامی اجلاس طلب کر سکے۔ ریاستوں کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنی حدود میں ناحق مرنے والوں کے جرم کی تلافی کے لئے تین دن کے اندر ورثاء کو ایک خطیر رقم عطا کریں۔ تاخیر کی صورت میں مجوزہ رقم سے کئی گنا زیادہ ادا کرنے کو یقینی بنایا جائے۔

(۲) افراد ہی نہیں بلکہ ریاستوں سے بھی ہتھیاروں کے استعمال کی اجازت سلب کر لی جائے۔ دہشت گردی خواہ ریاستی ہو یا فرد واحد کی طرف سے اسے یکساں قابل مذمت سمجھا جائے اور ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جہاں دور دور تک ہتھیار دکھائی نہ دیں۔

(۳) انسانی آزادی کے تحفظ کے لئے ہر ممکن پروگرام ضرور وضع کیا جائے۔ البتہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ریاستیں اس کا بہانہ بنا کر اظہار خیال کی آزادی اور نظریے کی تبلیغ پر کوئی پابندی عائد نہ کر سکیں۔

پنجم: مذہبی آزادی کا مسئلہ:۔

(۱) اس حقیقت کے پیش نظر کہ اسلام کا تصور دین دوسرے ادیان کے تصور مذہب سے قطعاً مختلف ہے اور یہ کہ اسلام زندگی کے ہر گوشے میں اپنے ماننے والوں سے واضح مطالبات رکھتا ہے۔ دستور میں دی گئی مذہبی آزادی امت مسلمہ کے لئے ہمیشہ ناکافی محسوس ہوئی ہے اور وقتاً فوقتاً اس ملک میں مسلمان شریعت کے تحفظ کی مہم چلاتے رہے ہیں۔ لازم ہے کہ مذہبی آزادی کے واضح اسلامی تصور کو دستور سے ہم آہنگ کیا جائے۔

(۲) گذشتہ پچاس سالوں کے دوران امت مسلمہ کو شدت سے اس بات کا احساس رہا ہے کہ مذہبی آزادی کے وعدے ان کے مذہبی عزائم کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور اس بارے میں دستور کی دفعہ ۴۴ کو بھی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس سمت دستور کی ان تمام شقوں میں تبدیلیاں لائی جائیں جو کسی بھی درجے میں امت مسلمہ کی مذہبی آزادی پر روک لگاتی ہوں۔

(۳) اس حقیقت کے پیش نظر کہ مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی مکاتب اور مدارس میں تعلیم پاتی ہے اور یہ کہ اسلامی علوم کا حصول مسلمانوں پر عائد کردہ ایک مذہبی ذمہ داری ہے، وفاقی حکومت کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو اس مذہبی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرے۔ اور آبادی کے تناسب کے اعتبار سے مسلم تعلیمی اداروں کے لئے تعلیم کے مرکزی بجٹ سے حصہ مختص کرے۔ اور اس کے نفاذ کا کام فی الحال مسلم انجمنوں اور مستقبل میں نئے ہندوستان کی مسلم ریاستوں کو سونپ دیا جائے۔

(۴) پچاس سالہ سیکولر تجربے کی روشنی میں اب اس بات کے واضح ہو جانے پر کہ ثقافتی طریقہ اظہار کو مذہب سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ ہر مذہبی گروہ کو اس ملک میں اپنے اپنے انداز سے زندگی جینے کی مکمل ضمانت دینے کے لئے ضروری ہے

کہ مرکز میں مختلف مذاہب، نظریاتی گروہ کے لئے الگ الگ سیل قائم کئے جائیں جو وزارت مذہبی امور کے تحت اپنے فرائض انجام دیں۔ البتہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ہر مذہبی گروہ اپنی علیحدہ شناخت کے قیام کے لئے کوئی متفقہ تحریری منشور ضرور پیش کرے۔ خواہ یہ مذہبی کتابوں کی شکل میں ہوں یا انجمنوں، اداروں اور نظریات کی بنیاد پر وجود میں آنے والے مذہبی گروہ کی شکل میں۔ نیز اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ کسی مذہبی گروہ پر اس کی مرضی کے بغیر کوئی لیبل نہ تھوپا جاسکے۔

(۵) شرعی عدالتوں کے تصور کو مذہبی آزادی کا ایک حصہ قرار دیا جائے اور اس سلسلے میں ان کی ترتیب و تشکیل کے مسئلے کو کلی طور پر مستقبل کی مسلم ریاستوں پر چھوڑ دیا جائے تاکہ ہر مسلم ریاست اپنی ضرورت کے مطابق اسے مختلف شکل دے سکے۔

ششم: تعلیمی نظام کی اصلاح:

(۱) اس حقیقت کے تسلیم کئے جانے کے بعد کہ خالصتاً سیکولر نظام تعلیم کا تصور عملی طور پر ممکن نہیں اور یہ کہ گذشتہ پچاس سالوں سے سرکاری سرپرستی میں چلنے والے اسکولوں اور کالجوں میں سیکولرزم کے نام پر اکثریتی فرقے کے مذہبی عقائد، قصہ کہانیاں اور اوہام کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی ہے۔ ایک ایسا نظام تعلیم وضع کرنے کی ضرورت ہے جو ہندوستان میں پائے جانے والے ہر مذہبی فرقے اور نظریاتی گروہ کے بنیادی عقائد اور تصورات سے طلباء کو واقف کراتا ہو۔ ملک میں پائی جانے والی باہمی نفرت کے رجحان کو ختم کرنے کے لئے لازم ہوگا کہ ہماری درسی کتابیں سبھی مذاہب کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرتی ہوں۔

(۲) اس امر کے پیش نظر کہ مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات دوسری مذہبی اکائیوں سے مختلف ہیں اور یہ کہ علوم اسلامی کے ادارے اور عربی مدارس کے موجودہ نظام مسلم تعلیمی نظام سے علیحدہ نہیں کئے جاسکتے، مرکز اس بات کو یقینی بنائے کہ جب تک مستقبل کی مسلم ریاستیں وجود میں نہیں آتیں تب تک عارضی طور پر مسلم نظام تعلیم کے ارتقاء کو یقینی بنایا جائے۔

(۳) وفاق کے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں تاریخی اعتبار سے معروف مسلم تعلیمی اداروں اور دانشگاہوں کو مسلم تعلیمی ورثہ کے طور پر تسلیم کیا جائے اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری وفاقی حکومت پر ہو۔

(۴) گوکہ ہر ریاست کو اس بات کی قطعی آزادی ہوکہ وہ اپنی پسند کا تعلیمی نظام ترتیب دے۔ البتہ اسے کسی مذہب یا نظریاتی گروہ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈوں سے اپنی درسی کتابیں بھرنے کا حق حاصل نہ ہو۔ مرکزی حکومت وفاق کے تعاون سے اس امر کو یقینی بنائے۔

ہفتم: لسانی مسئلہ:

(۱) ہندوستانی مسلمانوں کے نزدیک ملک کی ساری زبانیں یکساں معتبر ہیں اور عقیدے کی رو سے کسی بھی زبان میں اظہار خیال سے انہیں کوئی الجھن نہیں۔ البتہ وہ کسی بھی زبان کے جابرانہ تسلط کے خلاف ہیں۔ مستقبل کے ہندوستان میں جہاں ریاستوں کو یہ آزادی حاصل ہوگی کہ وہ اپنے اپنے ریاستی حدود میں کسی خاص زبان یا رسم الخط کو اختیار کرسکیں وہیں مرکز پر یہ لازم ہوگا کہ وہ بین الوفاقی ٹیلی ویژن نٹ ورک پر مختلف زبانوں کو متناسب نمائندگی دینے کی پالیسی پر پابندی سے عمل پیرا رہے۔

(۲) مستقبل کے ہندوستان میں ہر شخص کو اس بات کی ضمانت حاصل ہوگی کہ وہ اپنی مادری زبان میں ابتدائی مراحل کی تعلیم حاصل کر سکے۔ اگر کسی وجہ سے وفاقی ریاستیں اپنی حدود میں مذکورہ زبان میں تعلیم کا نظم نہ کر سکیں تو ان پر لازم ہو گا کہ ان طلباء کو ریاستی وظائف پر متعلقہ زبانوں والی ریاستوں میں تعلیم کے لئے بھیجیں۔

(۳) گو کہ وفاق کی سرکاری زبان رومن رسم الخط میں لکھی جانے والی ہندوستانی ہوگی البتہ ریاستوں کی سرکاری زبان بھی مرکز کے نزدیک تسلیم شدہ ہوگی اور ان زبانوں کے لئے وفاقی حکومت کے زیر تحت ایک بورڈ قائم ہو گا۔

ہشتم: معاشی مسئلہ:

(۱) اس امر کے پیش نظر کہ ملک کے موجودہ معاشی نظام میں مسلمانوں کا کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے اور ملک کی بڑی صنعتوں پر مخصوص ذاتوں کی اجارہ داری ہے۔ مستقبل کے ہندوستان میں نوزائیدہ ریاستوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کہ وہ معاشی انصاف کے قیام کے لئے موثر اصول وضع کریں اور سماجی انصاف کے ضابطوں کے تحت مرکز بھی ان بنیادی اصولوں کی پاسداری کو یقینی بنائے۔

(۲) مسلمانوں کی بیشتر صنعتیں موجودہ جابرانہ معاشی نظام میں یرغمال بنالی گئی ہیں جن سے اصل فائدہ سیاسی اقتدار میں شرکت دار غیر مسلم قومیں اٹھارہی ہیں نتیجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ روایتی مسلم صنعت و حرفت میں بھی مسلمان محض کاریگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ نئے ہندوستان میں وفاق کی ریاستیں اپنے اپنے علاقوں میں اس معاشی استحصال پر روک لگائیں۔ ملک کے وسائل کا چند ہاتھوں میں اجتماع ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور ہر شخص کو اس کی محنت کا معاوضہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے یقینی بنایا جائے۔

(۳) ملک کے موجودہ معاشی نظام میں مسلمانوں کی انتہائی قلیل شرکت کی اہم وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ پورا معاشی نظام، کاروباری ترقی کے مواقع، لین دین کا معاملہ، قرضوں کے حصول اور واپسی کا طریقہ، ریاستی سرپرستی یا سہولتوں کی اسکیم یہ سب کچھ سودی نظام پر قائم ہے۔ جس میں شرکت کے لئے مسلمان نظریاتی طور پر خود کو فٹ نہیں محسوس کرتا۔ اس لئے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کا خیال رکھتے ہوئے ایک نئے عادلانہ غیر سودی نظام کی تشکیل ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں کو بھی اس ملک میں یکساں ترقی کے مواقع حاصل ہیں۔

(۴) نئے ہندوستان میں وفاق کی مسلم ریاستیں غیر سودی عادلانہ معاشی نظام کی ترتیب و تشکیل میں اہم کردار ادا کریں گی۔ البتہ مرکز پر بھی یہ لازم ہو گا کہ وہ ایک متبادل غیر سودی معاشی نظام کی تشکیل کے عمل میں اپنے شہریوں کی نظریاتی ضرورت کے تحت ایک موثر اور فعال کردار ادا کرے۔

(۵) البتہ وفاق کے وجود میں آنے سے قبل کے عبوری مرحلے میں ملک بھر میں ایک متبادل غیر سودی بینکنگ کے نظام کے قیام کے لئے ریزرو بینک آف انڈیا وہ تمام سہولتیں فراہم کرے جو کسی عام بنکاری کے ادارے کے قیام کے لئے حاصل ہیں۔ بالفاظ دیگر ایک غیر سودی بنکاری کے نظام کو عبوری مرحلے کے طور پر تسلیم کرلیا جائے۔

(۶) اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ اس ملک میں رہنے والے ہر شخص کو شخصی ارتقاء، تعلیم و تربیت اور بنیادی ضرورتیں لازماً حاصل ہوں۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے، نسل، رنگ یا جنس سے ہو۔

Milli Parliament

4/1176-D New Sir Syed Nagar, Aligarh-202 002, India

Fax/Tel: +91-571-400182

Capital Office

Milli Parliament, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-25

Tel: +91-11-6827018 Fax: +91-11-6926030

Host organization of this session: MUNIS, Patna